قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 21 دسمبر 2020ء | 05 جمادی الاول 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:301

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رات کے تیسرے پہر کی عبادت

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَنۡزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیۡلَۃٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنۡیَا حَتّٰی یَبۡقٰی ثُلُثُ اللَّیۡلِ الۡاٰخِرُ فَیَقُوۡلُ: مَنۡ یَّدۡعُوۡنِیۡ فَاَسۡتَجِیۡبَ لَہٗ مَنۡ یَّسۡاَلُنِیۡ فَاُعۡطِیَہٗ وَمَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُنِیۡ فَاَغۡفِرَلَہٗ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا رب ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں! کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں! کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں!

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

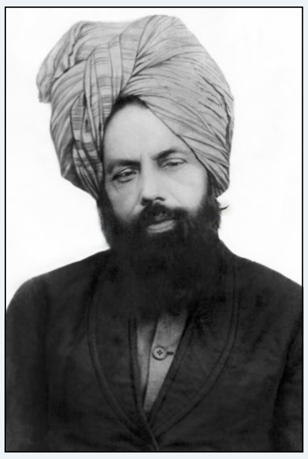

’’یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لیے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لیے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہیئے کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نہایت تضرّع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اوّل اور ضروری دعا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی دعا ہے۔ کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے تو پھر دوسری دعائیں جو اس کی حاجاتِ ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں وہ اس کو مانگنی بھی نہیں پڑتیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 616-617 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ

(البقرۃ: 187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے ہیں ورنہ ایک عاجز انسان کی کیا کوشش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت ہی ہے جو اسے اپنے قریب لے آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ جو خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کی ایک کامل تصویر تھے رمضان کے علاوہ عام حالات میں بھی آپ کی عبادتوں، اخلاقِ فاضلہ اور حقوق کی ادائیگی کی وہ مثالیں نظر آتی ہیں جو کسی انسان میں نہیں ہو سکتیں۔

ایک روایت ہے۔ ایک دفعہ گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک حصہ شدید زخمی ہو گیا۔ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اس لئے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی لیکن اس حالت میں بھی نماز باجماعت کا ناغہ نہیں کیا۔ پھر غزوہ احد میں جب لوہے کی کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں ٹوٹنے کی وجہ سے آپ انتہائی زخمی تھے اور تکلیف کی حالت میں تھے تو اس دن بھی جب اذان کی آواز سنی تو اسی طرح نماز کے لئے تشریف لائے جس طرح عام دنوں میں تشریف لایا کرتے تھے۔

پس یہ عبدِ کامل تھا جس نے عبادت کا ایک حسین اسوہ قائم فرمایا۔ جس نے صحابہ کی عبادتوں میں بھی حسن پیدا کر دیا۔ پس جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری بات پر لبیک کہیں، تبھی میں اپنے قرب کا پتہ دے سکتا ہوں تو اس کا سب سے پہلا اور اہم اور بنیادی مرحلہ جس سے گزرنا ضروری ہے وہ اپنی عبادت میں طاق ہونا ہے۔ پس یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہونے کی وجہ سے تھا۔ پس ایمان میں بڑھنے کی اور عمل کی معراج بھی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب محبت کی بھی انتہا ہو۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محبت کی انتہا کا نمونہ تمہارے سامنے ہے۔ تم جو سوال کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کو اس محبوب کے عمل میں دیکھو۔ میرے حقیقی عبد بننے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو پھر مجھے اپنے قرب میں دیکھو گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اگست 2010ء بحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

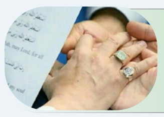

دربارِ خلافت

جو اسلام کی تعلیم ہے، اس کو ماننا ہے، اس پر عمل کرنا ہے اور دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کرنی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آپؑ (حضرت مسیح موعودؑ) فرماتے ہیں کہ: ’’دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ {اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا}۔ (الاحزاب:57)۔ اُن قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گزشتہ انبیاء کا صِدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا‘‘۔ یعنی اگر قرآن شریف کی تعلیم سامنے نہ ہوتی اور جس طرح قرآن کریم نے ہمیں ان انبیاء کا بتایا وہ ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتے۔ یہ آنکھوں سے دیکھنے والی ہی بات ہے جس طرح تفصیل سے قرآن کریم میں ذکر ہے تو تمام گزشتہ انبیاء کی جو سچائی ہے وہ اس طرح ہم پر ظاہر نہ ہوتی جس طرح قرآن کریم کے پڑھنے سے ہم پر ظاہر ہوئی ہے۔ فرمایا کہ ’’کیونکہ صرف قصّوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں۔ اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں۔ کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں بلکہ ان گزشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور یقیناً نہیں سمجھ سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصّے حقیقت کے رنگ میں آگئے۔ اب نہ ہم قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں‘‘ کہ اب یہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں بلکہ تجربے سے یہ باتیں ہمارے سامنے ظاہر ہوگئیں۔ ’’اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔‘‘ یہ صرف قصے نہیں رہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے ہی پتہ لگ گیا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہمکلام ہوتا ہے کس طرح بات کرتا ہے کس طرح سنتا ہے اور کس طرح سناتا ہے۔ ’’اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج‘‘۔ یعنی جو سعید فطرت لوگ ہیں ان کی روح کو تازگی دینے کے لئے، ان کو نور پہنچانے کے لئے ایک سورج ہے۔ جیسے ہمارے جسم کی صحت کے لئے ایک سورج ہے۔ ’’وہ اندھیرے کے وقت میں ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا، نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصّہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفّاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا اور کس نے صحت نیّت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔ لیکن افسوس کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور ان کے اندر داخل ہو‘‘۔

(چشمہٴ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 303-302-301)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بتانے کے بعد یہ فرمایا کہ کون ہے جو سچے دل سے ہمارے پاس آیا کہ اسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا پتہ نہ لگا۔ یعنی اس غرض سے آیا کہ اس نور کو دیکھے اور اس کو نہ دکھایا ہو۔ کیونکہ اب اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کا نور دیکھنے کے لئے مسیح موعود کے پاس ہی آنا ہو گا۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ہی ارشاد ہے کہ چودہ سو سال کے بعد جب مسیح و مہدی آئے گا وہ میرے نور سے ہی منور ہو گا، میری روشنی ہی پھیلائے گا۔

بقیہ صفحہ 9 پر

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
اب سال سترہ(۱۷) بھی صدی سے گذر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں
پر تم نے اُن سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ
منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ
بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں
آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اُس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے اُستوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 79تا80)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 18؍ دسمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں بھی بہت اہم خدمات انجام دیں

الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کے لیے نامساعد حالات کے پیشِ نظر خصوصی دعاؤں کی تحریک

چار مرحومین ڈاکٹر طاہر احمد صاحب آف ربوہ ابن چودھری عبدالرزاق صاحب شہید سابق امیر ضلع نواب شاہ، مکرم حبیب اللہ مظہر صاحب ابن مکرم چودھری اللہ دتہ صاحب، مکرم خلیفہ بشیر الدین احمد صاحب ابن ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب اور محترمہ امینہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم خلیفہ رفیع الدین احمد صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18؍ دسمبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت مکرم رانا عطاء الرحیم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گذشتہ خطبات کے تسلسل میں حضرت علیؓ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

آنحضرت ﷺ اپنی آخری بیماری میں جب حضرت عائشہؓ کے گھر مقیم ہوئے تو مسجد آنے جانے کے لیے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت علیؓ رسولِ خدا ﷺ کے پاس سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے حضور ﷺ کی طبیعت کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے اطمینان کا اظہار فرمایا لیکن حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے تشویش ظاہر کی اور خلافت کے معاملے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرنے کا مشورہ دیا جسے حضرت علیؓ نے قبول نہ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کو حضرت علیؓ، حضرت فضلؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ نے غسل دیا اور ان ہی افراد نے آپؐ کو قبر میں اتارا۔

حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے متعلق مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے علیؓ کو بلوایا اور فرمایا کہ کیا آپ مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا چاہتے ہیں تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! گرفت نہ کیجیے اور اُسی وقت بیعت کرلی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپؓ کو جب بیعتِ خلافت کے لیے بلایا گیا تو آپؓ جس حالت میں تھے اسی میں چل پڑے اور لمحے بھر کو بھی دیر نہ کی۔حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی پہلے یا دوسرے دن بیعت کرلی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اوّل اوّل حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے تخلف کیا تھا مگر گھر جاکر خدا جانے کیا خیال آیا کہ پگڑی بھی نہ باندھی اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے آگئے۔

دوسری قسم کی روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی تاہم علماء نے اس قسم کی روایات پر جرح کی ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے اس دوسری بیعت کو بیعتِ تجدید کا نام دیا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنی عربی تصنیف 'سِرّ الخلافہ' میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ صدیقِ اکبر اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دنیا اور اس کی رعنائیوں کو مقدّم کیا اور انہیں چاہا اور وہ غاصب تھے تو ایسی صورت میں ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ یہ بھی اقرار کریں کہ شیرِ خدا علی بھی نعوذباللہ منافقوں میں سے تھے، جنہوں نے کافروں اور مرتدوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ انہوں نے مداہنت اختیار کرتے ہوئے تیس سال کی مدت تک تقیہ اختیار کیے رکھا۔ جب صدیقِ اکبر علیؓ کی نگاہ میں غاصب تھے تو پھر وہ کیوں ان کی بیعت پر راضی ہوئے۔ کیوں انہوں نے ظلم، فتنے اور ارتداد کی سرزمین سے دوسرے ممالک کی جانب ہجرت نہ کی۔

حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں بھی بہت اہم خدمات انجام دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کیا تو آپؓ کے پاس بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ ایسے میں بدوؤں کے حملے کے پیشِ نظر مدینے کے داخلی راستوں پر پہرے دار مقرر کیے گئے۔ ان پہرے داروں کی نگرانی کرنے والے افراد میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں بعض سفروں کے پیش آنے پر حضرت علیؓ کو اپنی جگہ مدینے کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ واقعہ جسر میں مسلمانوں کو ایرانیوں کے ہاتھوں ایک قسم کی زبردست زک اٹھانی پڑی تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سوچ کر کہ اب مدینہ اور ایران کے درمیان کوئی روک باقی نہیں رہی خود بطور کمانڈر خروج کا ارادہ فرمایا۔ باقی لوگوں نے تو اس تجویز کو پسند فرمایا لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر خدانخواستہ آپ شہید ہوگئے تو مسلمان تتربتر ہوجائیں گے اور ان کا شیرازہ بالکل بکھر جائے گا اس لیے کسی اَور کو بھیجنا چاہیے۔حضرت عثمانؓ کے دور میں فتنہ وفساد ہوا تو حضرت علیؓ نے انہیں مخلصانہ مشورے دیے۔ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو عمال کی بے اعتدالیوں سے آگاہ فرمایا۔ جب مصریوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت علیؓ نے کھانے پینے کی اشیاء پہنچانے کی سعی کی۔ پانی کی مشکیں حضرت عثمانؓ کے گھر تک پہنچانے کی کوشش میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے کئی غلام زخمی بھی ہوئے۔حضرت علیؓ کو جب حضرت عثمانؓ کے قتل کے منصوبے کا علم ہوا تو آپؓ نے اپنے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر کے پہرے کے لیے بھجوایا۔ جب پہرے کے باوجود بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو انتہائی بے دردی سے شہید کردیا تھا؛ اس روز حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کا عمامہ باندھ کر اور اپنی تلوار لٹکا کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے باغیوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی۔ اسی طرح جب حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی دردناک خبر ملی تو آپؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے شدید ناراض ہوئے کہ ان کے پہرے کے باوجود بلوائی حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے۔

حضرت علیؓ کی بیعتِ خلافت کے متعلق یہ ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تمام لوگ حضرت علیؓ کی طرف دوڑے اور بیعت کی درخواست کی۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا کام نہیں بلکہ اصحابِ بدر کا کام ہے۔ چنانچہ سب لوگ حاضر ہوئے اور اتفاق سے کہا کہ ہم کسی کو آپؓ سے زیادہ اس بات کا حق دار نہیں سمجھتے۔ اس پر آپؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے آپؓ کی زبانی بیعت کی پھر حضرت زبیر اور باقی صحابہ نے بیعت کی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مفسدوں نے بیت المال کو لوٹا، مدینے کا کرفیو کی طرح سخت محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی لاش کو تین چار دن تک دفن نہ کرنے دیا۔ آخر کار چند صحابہ نے رات کو پوشیدہ طور پر آپؓ کو دفن کیا۔ جب حضرت علیؓ نے خلیفہ بننا منظور کرلیا تو وہی ہوا جس کا خطرہ تھا یعنی تمام عالَمِ اسلامی نے کہنا شروع کردیا کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کرایا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ کی تمام خوبیوں کو نظرانداز کردیا جائے تو بھی ایسی خطرناک حالت میں ان کا خلافت کو منظور کرلینا انتہائی جرأت اور دلیری کی بات تھی۔ انہوں نے اپنی عزت اور اپنی ذات کی اسلام کے مقابلے میں کوئی پروا نہیں کی۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا یہ فعل بڑی حکمت پر مشتمل تھا۔ اگر آپؓ اس وقت بیعت نہ لیتے تو اسلام کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا جو آپؓ کی اور حضرت امیر معاویہؓ کی جنگ سے پہنچا۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کبار صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کو توڑا تھا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ غلط مثال ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں نے حضرت علیؓ کی طوعاً بیعت نہ کی تھی۔ یہاں تک ذکر ملتا ہے کہ باغی ان دونوں کو تلوار کے زور پر اور زبردستی کھینچ کر بیعت کے لیے لائے تھے۔ اسی لیے باہمی اختلاف کی وجہ سے یہ دونوں اصحابِ رسول ﷺ حضرت علیؓ کے مقابلے کے لیے کھڑے بھی ہوگئے۔ پھر جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو حضرت طلحہؓ میدانِ جنگ سے چلے آئے۔ راستے میں کسی وحشی انسان نے آپؓ کو شہید کردیا اور انعام کی خواہش لیے حضرت علیؓ کے پاس آیا۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول کریم ﷺ سے سنا تھا کہ طلحہؓ کو ایک جہنمی قتل کرے گا پس مَیں تمہیں جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔

حضورِ انور نے حضرت علیؓ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد الجزائر اور پاکستان کے احمدیوں کے لیے ایک بار پھر دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ الجزائر میں حالات سخت کیے جارہے ہیں۔ وہاں بھی ایک سرکاری وکیل ہے جو ہمارے احمدیوں پر بار بار مقدمے بنا رہا ہے۔ پاکستان کے احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ دعاؤں کی طرف جس طرح توجہ کی ضرورت ہے اس طرح توجہ کا ابھی بھی احساس نہیں ہے۔ پس پہلے سے بہت بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔

خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

1۔ ڈاکٹر طاہر احمد صاحب آف ربوہ ابن مکرم چودھری عبدالرزاق صاحب شہید سابق امیر ضلع نواب شاہ۔مرحوم 4؍ دسمبر کو 60 سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

2۔ مکرم حبیب اللہ مظہر صاحب ابن مکرم چودھری اللہ دتہ صاحب۔ آپ 24؍ اکتوبر کو 75 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

3۔ مکرم خلیفہ بشیر الدین احمد صاحب ابن ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین صاحب۔ مرحوم نے 30؍ نومبر کو 86 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

4۔ محترمہ امینہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم خلیفہ رفیع الدین احمد صاحب۔ مرحومہ 19؍ اکتوبر کو وفات پاگئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

☆...☆...☆

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 27 نومبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

یا رسول اللہ! باوجود اس کے کہ میں ان سب میں کم عمر ہوں میں آپ کا مددگار ہوں گا۔ (حضرت علیؓ)

ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے حضرت خدیجہؓ کے قبولِ اسلام کے اگلے روز آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری اور اگلی صبح اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر 13 برس تھی

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد اور داماد ابوتراب، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین مکرم ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید مرڑھ بلوچاں ننکانہ صاحب پاکستان، مکرم جمال الدین محمود صاحب آف سیرالیون، محترمہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ چودھری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی ربوہ اور مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج خلفائے راشدین کے بارے میں حضرت علی بن ابو طالبؓ کے ذکر سے شروع کروں گا۔ حضرت علی بن ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم۔ ان کے والد کا نام عبد مناف تھا جن کی کنیت ابوطالب تھی۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپؓ بعثت نبویؐ سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلیہ کے بارے میں بیان ہوتا ہے کہ آپؓ کا قد درمیانہ تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپؓ کا جسم فربہ تھا۔ کندھے چوڑے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد ۰۴ صفحہ ۴۶۴ ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۵ء)

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد ۰۴ صفحہ ۸۷، ۸۸ ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۰۳ صفحہ ۲۱۸ ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

حضرت علیؓ کی والدہ نے آپؓ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا تھا اور آپؓ کی پیدائش کے وقت ابوطالب گھر پر موجود نہ تھے۔ جب ابوطالب واپس آئے تو انہوں نے آپؓ کا نام اسد کے بجائے علی رکھ دیا۔ حضرت علیؓ کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ ان کے بھائی طالب، عقیل، جعفر اور بہنیں اُمِّ ہانی اور جُمانہ۔ ان میں طالب اور جُمانہ کے علاوہ باقی سب نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۲۹۵ تا ۲۹۷ و جلد ۲ صفحہ ۴۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۹ء)

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن، ابو سِبْطَین اور ابو تُراب تھی۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد ۰۴ صفحہ ۸۸ ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد حدیث ۴۴۱)

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی تھی تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور قیلولہ بھی میرے پاس نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مسجد میں چلے گئے اور حضرت علیؓ وہاں لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو سے ان کی چادر ہٹی ہوئی تھی اور کچھ مٹی پہلو پر، کمر پر لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی پونچھی اور فرمایا: اٹھو اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب!

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب نوم الرجال فی المسجد حدیث ۴۴۱)

اس وقت سے وہ ابوتراب کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں کس طرح آئے؟ اس بارے میں بیان ہوتا ہے مجاہد بن جَبْر ابوالحَجّاج بیان کرتے ہیں کہ قریش کو ایک بڑی مصیبت پیش آنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؓ پر انعام اور خیر و برکت کا باعث بنا۔ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے۔ وہاں قحط پڑا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے جو بنو ہاشم میں زیادہ خوشحال تھے فرمایا کہ اے عباس! آپ کا بھائی ابوطالب کثیر العیال ہے۔ اس قحط سے لوگوں کی جو حالت ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ ہم ان کی عیال داری میں کچھ کمی کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک مَیں لے لیتا ہوں اور حضرت عباسؓ کو کہا کہ ایک آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم ان دونوں کے لیے حضرت ابوطالب کی طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ حضرت عباسؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ دونوں حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی عیال داری میں کچھ تخفیف کر دیں یہاں تک کہ لوگوں کی وہ حالت جاتی رہے جس میں وہ اس وقت مبتلا ہیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو اس کے علاوہ جو مرضی کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباسؓ نے جعفر کو لیا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نبی مبعوث فرما دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے آپؐ کی پیروی اختیار کی اور آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور حضرت جعفرؓ حضرت عباسؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ انہوں نے یعنی حضرت جعفرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا اور وہ یعنی حضرت عباسؓ پھر حضرت جعفرؓ سے بے نیاز ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵۔ ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ... مطبوعہ دار الفکر لبنان ۲۰۰۲ء)

یہ پہلی تو تاریخ طبری کی روایت تھی۔ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ ’’ابو طالب ایک بہت باعزت آدمی تھے مگر غریب تھے اور بڑی تنگی سے ان کا گزارہ چلتا تھا۔ خصوصاً ان ایام میں جب کہ مکہ میں ایک قحط کی صورت تھی۔ ان کے دن بہت ہی تکلیف میں کٹتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے دوسرے چچا عباس سے ایک دن فرمانے لگے کہ چچا! آپ کے بھائی ابو طالب کی معیشت تنگ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ان کے بیٹوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے جائیں اور ایک کو میں لے آؤں۔ عباس نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر دونوں مل کر ابو طالب کے پاس گئے اور ان کے سامنے یہ درخواست پیش کی۔ ان کو اپنی اولاد میں عقیل سے بہت محبت تھی۔‘‘ ابو طالب کو عقیل سے بہت محبت تھی۔ ’’کہنے لگے عقیل کو میرے پاس رہنے دو اور باقیوں کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس اپنے گھر لے آئے اور علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت قریباً چھ سات سال کی تھی۔ اس کے بعد علیؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 111)

حضرت علیؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق سے یہ روایت ہے کہ حضرت علی بن ابوطالب حضرت خدیجہؓ کے اسلام لانے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے ایک دن بعد آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیؓ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے چن لیا ہے اور رسولوں کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پس میں تمہیں اللہ اور اس کی عبادت کی طرف اور لات اور عزیٰ کے انکار کی طرف بلاتا ہوں۔ اس پر حضرت علیؓ نے آپؐ سے کہا یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرسکتا جب تک ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ راز کھل جائے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اے علی! اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ پس حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری پھر اللہ نے حضرت علیؓ کے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اگلی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ! رات کو آپ نے میرے سامنے کیا چیز پیش فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو اور اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے براءت کا اظہار کرو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت علیؓ ابوطالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔

(اسد الغابۃ جلد ۴ صفحہ ۸۸-۸۹ علی بن ابی طالب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

حالانکہ رہتے بھی وہیں تھے کیونکہ روایتوں میں تو یہی ہے۔ بہرحال اسد الغابہ کی یہ روایت ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر تیرہ برس تھی۔ بعض دوسری روایات میں پندرہ، سولہ اور اٹھارہ سال عمر کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۰۳ صفحہ ۲۰۰ ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۲ء)

سیرت نگاروں نے یہ بحث بھی اٹھائی ہے کہ مردوں میں سے پہلے کون ایمان لایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ۔ بعض اس کا یہ حل نکالتے ہیں کہ بچوں میں سے حضرت علیؓ اور بڑوں میں سے حضرت ابوبکرؓ اور غلاموں میں سے حضرت زیدؓ۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اپنا ایک نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ”حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں۔“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور ان کا ایمان لانا، سے کوئی نہیں فرق پڑتا ایک ہی بات ہے۔ اس کے لیے کسی قولی اقرار کی ضرورت نہیں ”پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابوبکرؓ مسلّمہ طور پر مقدم ہیں اور سابق بالایمان تھے۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 121)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر ایک مددگار ملا تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا۔“ یہاں حضرت مصلح موعودؓ حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرما رہے ہیں اور آپؓ کا بتا رہے ہیں کہ حضرت خدیجہ آپ کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں دیکھو! محمد رسول اللہ کی شان دیکھو!! کہ آپ کو بن مانگے مددگار مل گیا ”یعنی آپ کی وہ بیوی جس کے ساتھ آپ کو بے حد محبت تھی سب سے پہلے آپ پر ایمان لے آئی۔ کیونکہ ہر شخص کا مذہب اور عقیدہ آزاد ہوتا ہے اور کوئی کسی کو جبراً منوا نہیں سکتا، اس لیے ممکن تھا کہ جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے خدا تعالیٰ کی پہلی وحی کا ذکر کیا تو وہ آپ کا ساتھ نہ دیتیں اور کہہ دیتیں کہ میں ابھی سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھاؤں گی لیکن نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے بلا تامل، بلا توقف اور بلا پس و پیش آپ کے دعویٰ کی تائید کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فکر کہ ممکن ہے خدیجہؓ مجھ پر ایمان نہ لائے جاتا رہا اور سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ ہی ہوئیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ عرش پر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تجھے خدیجہؓ کے ساتھ پیار تھا اور محبت تھی اور تیرے دل میں یہ خیال تھا کہ کہیں خدیجہؓ تجھے چھوڑ نہ دے اور تُو اس فکر میں تھا کہ خدیجہؓ مجھ پر ایمان لاتی ہے یا نہیں۔ مگر کیا ہم نے تیری ضرورت کو پورا کیا یا نہ کیا؟“ اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”اس کے بعد جب آپ کے گھر میں خدا تعالیٰ کی وحی کے متعلق باتیں ہوئیں تو زید بن حارث غلام جو آپ کے گھر میں رہتا تھا آگے بڑھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی اور وہ ابھی بالکل بچہ ہی تھے اور وہ دروازہ کے ساتھ کھڑے ہو کر اس گفتگو کو سن رہے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے درمیان ہو رہی تھی۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ خدا کا پیغام آیا ہے تو وہ علیؓ جو ایک ہونہار اور ہوشیار بچہ تھا۔ وہ علیؓ جس کے اندر نیکی تھی۔ وہ علیؓ جس کے نیکی کے جذبات جوش مارتے رہتے تھے مگر نشوونما نہ پا سکے تھے۔ وہ علیؓ جس کے احساسات بہت بلند تھے مگر ابھی تک سینے کے اندر دبے ہوئے تھے اور وہ علیؓ جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا مادہ ودیعت کیا تھا مگر ابھی تک اسے کوئی موقع نہ مل سکا تھا اس نے جب دیکھا کہ اب میرے جذبات کے ابھرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب میرے احساسات کے نشوونما کا موقع آ گیا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب خدا مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے تو وہ بچہ سا علیؓ اپنے درد سے معمور سینے کے ساتھ لجاتا اور شرماتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس بات پر میری چچی ایمان لائی ہے اور جس بات پر زید ایمان لایا ہے اس پر میں بھی ایمان لاتا ہوں۔“

(رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات...، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 127-128)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں کی طرف چلے جاتے اور حضرت علیؓ بھی آپ کے چچا ابوطالب اور دیگر چچاؤں اور تمام قوم سے چھپ کر آپ کے ساتھ ہو لیتے اور دونوں وہاں نماز ادا کرتے۔ شام کو واپس تشریف لے آتے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ پھر ایک دن ابوطالب نے ان دونوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے! یہ کون سا دین ہے جس کی پیروی کرتے ہوئے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور اس کے رسولوں کا دین ہے اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم کا دین ہے۔ یا اس سے ملتا جلتا کچھ فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مجھے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور اے چچا! تُو اس بات کا سب سے زیادہ حق دار ہے کہ میں تجھے اس کی نصیحت کروں اور تجھے اس ہدایت کی طرف بلاؤں اور تُو اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ مجھے قبول کرے اور میری مدد کرے یا اس طرح کی بات فرمائی۔ اس پر ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! میں اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین اور جس پر وہ تھے اس کو چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں تمہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچے گی جسے تُو ناپسند کرتا ہو۔

(تاریخ الطبری جزء ۲ صفحہ ۲۲۵ باب ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ عند ابتداء...... دار الفکر ۲۰۰۲ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس طرف سے ابوطالب کا گذر ہوا۔ ابوطالب کو ابھی تک اسلام کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لیے وہ کھڑا ہو کر نہایت حیرت سے یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو اس نے پوچھا بھتیجے! یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چچا! یہ دینِ الٰہی اور دینِ ابراہیم ہے اور آپؐ نے ابوطالب کو مختصر طور پر اسلام کی دعوت دی لیکن ابوطالب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مگر ساتھ ہی اپنے بیٹے حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ہاں بیٹا تم بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو سوائے نیکی کے اور کسی طرف نہیں بلائے گا۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 127)

اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو ڈرانے کا ذکر ایک جگہ یوں ملتا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (الشعراء: 215) اور تُو اپنے اہل خاندان یعنی اقربا کو ڈرا۔ آپؐ نے فرمایا اے علی! ہمارے لیے ایک صاع کھانے کے ساتھ بکری کی ران تیار کرو اور ایک روایت میں صاع کے بجائے مُدّ کا لفظ ملتا ہے۔ ایک صاع چار مُدّ کا تھا یعنی کچھ کم اڑھائی سیر وزن میں یا اڑھائی کلو کہہ سکتے ہیں اور یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اہل کوفہ اور عراق کا صاع آٹھ مُدّ کا ہوتا تھا یعنی چار سیر کا یا ساڑھے چار سیر کا لیکن بہرحال بہت

تھوڑی مقدار۔ جتنا بھی ہو اڑھائی سیر ہو یا چار سیر ہو خاندان کے افراد کو بلانا تھا، دعوت کرنی تھی اس کے لیے کھانا تیار کرنا تھا۔ اور ہمارے لیے ایک بڑا پیالہ دودھ کا تیار کرو۔ پھر بنو عبد المطلب کو جمع کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مَیں نے ایسا ہی کیا۔ وہ سب جمع ہوئے۔ کوئی چالیس افراد تھے۔ ایک زیادہ یا ایک کم تھا۔ ان میں آپؐ کے چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس اور ابو لہب بھی تھے۔ میں نے ان کے سامنے کھانے کا وہ بڑا برتن پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اپنے دانتوں سے اسے کاٹا۔ پھر اس پیالے کے اطراف میں اسے برکت دینے کی خاطر بکھیر دیا اور فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان سب کے لیے جو پیش کیا تھا وہ صرف ایک آدمی کھا سکتا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا لوگوں کو پلاؤ۔ چنانچہ میں دودھ کا وہ پیالہ لایا۔ انہوں نے پیا یہاں تک کہ سب کے سب سیر ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ان میں سے صرف ایک شخص سارا پی سکتا تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حاضرین سے بات کریں تو ابو لہب نے جلدی سے بولنا شروع کر دیا اور کہا دیکھو! تمہارے ساتھی نے تم پر کیسا جادو کیا ہے! پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات نہ کر سکے۔ اگلے روز آپؐ نے فرمایا۔ اے علی! جو کھانا اور مشروب تم نے کل تیار کیا تھا ویسا ہی تیار کرو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے ان لوگوں کو جمع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا جیسا کہ کل کیا تھا یعنی کھانے کو برکت بخشی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کھایا اور پیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! مَیں عرب کے کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر بات لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کا معاملہ لے کر آیا ہوں۔ پھر فرمایا اس پر کون میری مدد کرے گا؟ حضرت علیؓ کہتے ہیں اس پر سب لوگ خاموش رہے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! باوجود اس کے کہ میں ان سب میں کم عمر ہوں میں آپ کا مددگار ہوں گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ فی امر اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔۔۔۔ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۳ء)

(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648 زیر لفظ 'صاع')

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو اور اس میں بنو عبد المطلب کو بلاؤ تا کہ اس ذریعہ سے ان تک پیغامِ حق پہنچایا جاوے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے دعوت کا انتظام کیا اور آپؐ نے اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو جو اس وقت کم و بیش چالیس نفوس تھے اس دعوت میں بلایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کچھ تقریر شروع کرنی چاہی مگر بدبخت ابو لہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ موقع تو جاتا رہا۔ اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔ چنانچہ آپؐ کے رشتہ دار پھر جمع ہوئے اور آپؐ نے انہیں یوں مخاطب کیا کہ اے بنو عبد المطلب! دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو تو تم دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث بنو گے۔ اب بتاؤ اس کام میں میرا کون مددگار ہو گا؟ سب خاموش تھے اور ہر طرف مجلس میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت ایک طرف سے ایک تیرہ سال کا دبلا پتلا بچہ، جس کی آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا اٹھا اور یوں گویا ہوا۔ گو میں سب میں کمزور ہوں اور سب میں چھوٹا ہوں مگر میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔ یہ حضرت علیؓ کی آواز تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سنے تو اپنے رشتہ داروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر تم جانو تو اس بچے کی بات سنو اور اسے مانو۔ حاضرین نے یہ نظارہ دیکھا تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابو لہب اپنے بڑے بھائی ابو طالب سے کہنے لگا۔ لو اب محمد تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی پیروی اختیار کرو۔ اور پھر یہ لوگ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری پر ہنسی اڑاتے ہوئے رخصت ہو گئے۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 128-129)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعے کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ ”حضرت علیؓ کا واقعہ ہے وہ بھی گیارہ سال کے تھے۔“ بچوں کو بھی اس کو غور سے سننا چاہیے ”جب وہ دین کی تائید کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہوئی تو آپ نے ایک دعوت کی جس میں مکہ کے تمام بڑے بڑے امراء کو بلایا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں کچھ اپنے دعویٰ کی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر سارے اٹھ کر بھاگ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائی! آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ جانتے ہیں کہ یہ بڑے دنیادار لوگ ہیں ان کو پہلے سنانا تھا اور پھر کھانا کھلانا تھا۔ یہ بے ایمان تو کھانا کھا کر بھاگ گئے کیونکہ یہ کھانے کے بھوکے ہیں۔ اگر آپ پہلے باتیں سناتے تو چاہے دو گھنٹہ سناتے وہ ضرور بیٹھے رہتے۔ پھر ان کو کھانا کھلاتے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس طرح کیا۔ پھر دوبارہ ان کو بلایا اور ان کی دعوت کی لیکن پہلے کچھ باتیں سنالیں اور پھر کھانا کھلایا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں خدا کی باتیں سنائی ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ہے جو میری مدد کرے اور اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے؟ مکہ کے سارے بڑے بڑے آدمی بیٹھے رہے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے میرے چچا کے بیٹے! میں ہوں۔ آپ کی مدد کروں گا۔ آپ نے سمجھا کہ یہ تو بچہ ہے۔ چنانچہ پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جو میری مدد کرے؟ پھر سارے بڈھے بڈھے بیٹھے رہے اور وہ گیارہ سال کا بچہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے! میں جو ہوں میں تیری مدد کروں گا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ خدا کے نزدیک جوان یہی گیارہ سالہ بچہ ہے باقی بڈھے سب بچے ہیں۔“ ان میں کوئی طاقت نہیں ہے یہی بچہ ہے جو عقل مند ہے ”چنانچہ آپ نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر وہی علیؓ آخر تک آپؐ کے ساتھ رہے اور پھر آپؐ کے بعد خلیفہ بھی ہوئے اور انہوں نے دین کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح آپ کی نسل کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا اور بارہ نسلوں تک برابر ان میں بارہ امام پیدا ہوئے۔“

(افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1955ء، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 187-188)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”حضرت علیؓ جب ایمان لائے تو ابھی بچے ہی تھے اور وہ بھی یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ مجھے اسلام کے لیے ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔“ بچے تھے لیکن یہ سمجھ کر ایمان لائے تھے کہ قربانی مجھے دینی پڑے گی ”یہاں تک کہ اگر جان قربان کرنے کا وقت آیا تو مجھے اپنی جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کرنی پڑے گی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ابتدائی ایام میں ایک دعوت کی جس میں بنو عبد المطلب کو بلایا تا کہ ان تک پیغام حق پہنچایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے بہت سے رشتہ دار اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو آپؐ نے کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی مگر ابو لہب نے ان سب لوگوں کو منتشر کر دیا اور وہ آپؐ کی بات سنے بغیر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ آپؐ بہت حیران ہوئے کہ یہ اچھے لوگ ہیں جو دعوت کھا کر بھی بات نہیں سنتے مگر آپؐ مایوس نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دوبارہ ان کی دعوت کی جائے۔ چنانچہ دوبارہ ان سب کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب وہ سیر ہو کر کھا چکے تو آپؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ تم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنا نبی تمہارے اندر بھیجا ہے۔ میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانو گے تو تم دینی اور دنیوی نعماء کے وارث قرار پاؤ گے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کام میں میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر ساری مجلس پر سناٹے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ مگر یکلخت ایک کونے سے ایک نوعمر بچہ اٹھا اور اس نے کہا کہ گو مَیں ایک کمزور ترین فرد ہوں اور عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مگر مَیں آپ کا ساتھ دوں گا۔ یہ بچے حضرت علیؓ تھے جنہوں نے اس وقت اسلام کی تائید کا اعلان کیا۔“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 24-25)

حضرت علیؓ کی قربانی کا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت حضرت علیؓ نے دی۔ اس کا بھی ذکر اس طرح ملتا ہے کہ اہل مکہ نے باہم مشورہ کر کے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ آور ہو کر آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو وحی الٰہی سے آپ کو دشمنوں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت مدینہ کی اجازت مرحمت فرمائی تو آپؐ نے ہجرت کی تیاری کی اور حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ وہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹیں۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی سرخ حَضْرَمی چادر اوڑھ کر رات گزاری جس میں آپؐ سویا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ ذکر خروج رسول اللہ ﷺ ... دار الکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

مشرکین کا وہ گروہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا وہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا اور حضرت علیؓ بستر سے اٹھے۔ جب وہ حضرت علیؓ کے قریب ہوئے

تو ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور پوچھا تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگران تھا؟ تم نے انہیں مکے سے نکل جانے کا کہا اور وہ چلے گئے۔ مشرکوں نے آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور زدوکوب کیا۔ پکڑ کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور کچھ دیر محبوس رکھا۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ ذکر الخبر عما کان من امر نبی اللہ ﷺ...دار الفکر بیروت ۲۰۰۲ء)

پھر ایک اَور سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ تین دن کے بعد اہل مکہ کی امانتیں لوٹا کر ہجرت کر کے نبی کریمؐ کے پاس پہنچے اور آپ کے ساتھ قبا میں کُلْثُوم بن ہِدْم کے ہاں قیام پذیر تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ ۳۴۸، باب ھجرۃ الرسول ﷺ، دار الکتب العلمیۃ ۲۰۰۱ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا جو ہجرت کے دوران ہوا اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ ’’رات کا تاریک وقت تھا اور ظالم قریش جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اپنے خونی ارادے کے ساتھ آپؐ کے مکان کے اردگرد جمع ہو کر آپؐ کے مکان کا محاصرہ کر چکے تھے اور انتظار تھا کہ صبح ہو یا آپؐ اپنے گھر سے نکلیں تو آپؐ پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض کفار کی امانتیں پڑی تھیں کیونکہ باوجود شدید مخالفت کے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپؐ کے صِدق و امانت کی وجہ سے آپؐ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو ان امانتوں کا حساب کتاب سمجھا دیا اور تاکید کی کہ بغیر امانتیں واپس کیے مکہ سے نہ نکلنا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور تسلی دی کہ انہیں خدا کے فضل سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ وہ لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی ان کے اوپر اوڑھا دی۔ اس کے بعد آپؐ اللہ کا نام لے کر اپنے گھر سے نکلے۔ اس وقت محاصرین آپؐ کے دروازے کے سامنے موجود تھے مگر چونکہ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر اول شب میں ہی گھر سے نِکل آئیں گے وہ اس وقت اس قدر غفلت میں تھے کہ آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مخالفین کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ’’ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مگر جلد جلد مکہ کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں آبادی سے باہر نکل گئے اور غارِ ثور کی راہ لی۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ پہلے ہی تمام بات طے ہو چکی تھی۔ وہ بھی راستہ میں مل گئے۔ غارِ ثور جو اسی واقعہ کی وجہ سے اسلام میں ایک مقدس یادگار سمجھی جاتی ہے مکہ سے جانب جنوب یعنی مدینہ سے مختلف جانب تین میل کے فاصلہ پر ایک بنجر اور ویران پہاڑی کے اوپر خاصی بلندی پر واقع ہے اور اس کا راستہ بھی بہت دشوار گذار ہے۔‘‘ مدینے کی طرف نہیں ہے بلکہ مخالف سمت میں ہے۔ ’’وہاں پہنچ کر پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اندر گھس کر جگہ صاف کی اور پھر آپؐ بھی اندر تشریف لے گئے۔ دوسری طرف وہ قریش جو آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپؐ کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھتے تھے تو حضرت علیؓ کو آپؐ کی جگہ پر لیٹا دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے لیکن صبح ہوئی تو انہیں علم ہوا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگے، مکہ کی گلیوں میں صحابہ کے مکانات پر تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس غصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑا اور کچھ مارا پیٹا۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 236-237)

حضرت علیؓ کی اس قربانی کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے یوں فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے نکلتے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا تھا۔ (چارپائی کا رواج ان دنوں نہیں تھا بلکہ اب تک بھی مکہ میں چارپائی کا عام رواج نہیں۔ بعض روایات میں غلطی سے یوں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ کو اپنی چارپائی پر لٹا دیا۔)‘‘ بستر بنایا جاتا تھا باقاعدہ چارپائی نہیں ہوتی تھی ’’جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے آپ کو دیکھا بھی مگر انہوں نے خیال کر لیا کہ یہ کوئی اَور شخص ہے جو شاید آپ سے ملنے کے لیے آیا ہو گا اور اب واپس جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نہایت دلیری کے ساتھ باہر نکلے تھے اور آپ کی طبیعت پر ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ اتنی دلیری سے آپ اس وقت باہر نکلنے کی جرأت کہاں کر سکتے ہیں۔ یہ ضرور کوئی اور آدمی ہے جو آپ سے ملنے کے لیے آیا ہو گا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازہ کی دراڑ‘‘ دروازے کی درز ’’میں سے اندر جھانکا یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ کہیں آپ باہر تو نہیں نکل گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو سویا ہوا دیکھا اور خیال کیا کہ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ غرض ساری رات وہ آپؐ کے مکان کا پہرہ دیتے رہے پھر جب مناسب وقت سمجھا تو اندر داخل ہوئے اور شاید انہیں جسم سے شک پڑ گیا کہ یہ جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ انہوں نے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا یا شاید منہ ننگا تھا بہرحال انہیں معلوم ہوا کہ سونے والے شخص حضرت علیؓ ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ جا چکے ہیں اور ان کے لیے اب سوائے ناکامی کے کچھ باقی نہیں رہا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 510)

ایک اَور جگہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو یہ عظیم الشان قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لیے رات کے وقت اپنے گھر سے نکلنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ تا کہ کفار اگر جھانک کر دیکھیں تو انہیں یہ دکھائی دیتا رہے کہ کوئی شخص بستر پر سو رہا ہے اور وہ تعاقب کے لیے اِدھر اُدھر نہ نکلیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہؐ! مکان کے اردگرد تو قریش کے چنیدہ نوجوان ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے ہیں۔ اگر صبح کو انہیں معلوم ہوا کہ آپؐ کہیں باہر تشریف لے جا چکے ہیں تو وہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر دیں گے بلکہ وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یعنی حضرت علیؓ بڑے اطمینان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور آپؐ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ جب صبح ہوئی اور قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علیؓ آپ کے بستر سے اٹھے ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر دانت پیس کر رہ گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ کر مارا پیٹا مگر اس سے کیا بن سکتا تھا۔ خدائی نوشتے پورے ہو چکے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ مکہ سے باہر جا چکے تھے۔ اس وقت حضرت علیؓ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے اس ایمان کے بدلے میں کیا ملنے والا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس قربانی کے بدلے میں صرف حضرت علیؓ ہی عزت نہیں پائیں گے بلکہ حضرت علیؓ کی اولاد بھی عزت پائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ پر پہلا فضل تو یہ کیا کہ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بخشا۔ دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کے لیے اتنی محبت پیدا کی کہ آپؐ نے بارہا ان کی تعریف فرمائی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 25)

بہرحال یہ ایک ہی واقعہ کے مختلف ذریعوں سے حوالے میں نے پیش کیے ہیں جو اصل واقعہ کے لحاظ سے تو ایک ہی چیز ہوتی ہے لیکن مختلف رنگوں میں جب مَیں بیان کرتا ہوں تو اس لیے کہ اس کی تفصیل اور تشریح جو ہے اس میں اس صحابی کی بعض نئی باتیں پتہ لگ جاتی ہیں یا نئے انداز میں پیش کی جاتی ہیں جس سے کئی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ اور یہاں حضرت علیؓ کے معاملے میں حضرت علیؓ کی شخصیت کے مختلف پہلو بھی سامنے آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی سے جو تعلق تھا اس کا بھی پتہ لگ جاتا ہے تو اس طرح بعض دفعہ لگتا یہی ہے کہ ایک ہی حوالہ مختلف جگہ پیش کیا جا رہا ہے لیکن ہر حوالے کا انداز مختلف ہوتا ہے اس لیے پیش کرتا ہوں اور یہاں حضرت علیؓ کے حوالے سے بھی یہی باتیں ہمیں پتہ چلی ہیں۔ بہرحال حضرت علیؓ کا ذکر چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کروں گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ جن میں سے سب سے پہلے مڑھ بلوچاں ضلع ننکانہ کے ڈاکٹر طاہر محمود صاحب شہید ابن طارق محمود صاحب ہیں۔ ان کو مخالفین احمدیت نے 20 نومبر 2020ء کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد گذشتہ جمعہ فائرنگ کر کے شہید کیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تفصیلات کے مطابق شہید مرحوم اپنے والد طارق محمود صاحب اور دیگر فیملی ممبران کے ہمراہ 20/ نومبر کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے اپنے تایا مکرم محمد حفیظ صاحب کے گھر جمع ہوئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تقریباً اڑھائی بجے اپنے گھر جانے کے لیے باہر نکلے تو گلی میں موجود مِہد نامی ایک سولہ سالہ نوجوان جو پستول سے مسلح تھا اس نے فائرنگ کی اور فائرنگ کے نتیجے میں ڈاکٹر طاہر محمود صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ شہید مرحوم کی عمر 31 سال تھی۔ اس حملہ میں شہید مرحوم کے والد طارق محمود صاحب عمر 55 سال جو سیکرٹری مال اور سابق صدر رہیں سر میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے اور اب بھی ہسپتال میں زیر علاج

ہیں جبکہ شہید مرحوم کے تایا مکرم سعید احمد مقصود صاحب عمر 60 سال جو صدر جماعت ہیں اور مکرم طیب محمود صاحب زعیم خدام الاحمدیہ عمر 26 سال فائرنگ کے نتیجے میں زخمی ہوئے اور کچھ دیر ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وہ تو خیر ٹھیک ہو گئے ہیں لیکن شہید کے والد صاحب جو ہیں وہ زیادہ زخمی ہیں۔حملہ آور دو میگزین فائر کر کے تیسرے میگزین کو لوڈ کر رہا تھا کہ پکڑا گیا لیکن بہرحال دشمنی کا ایک نیا رنگ اب وہاں اس لحاظ سے ان لوگوں نے شروع کیا ہے کہ چھوٹی عمر کے لڑکوں کو انگیخت کرتے ہیں اور ان سے حملے کرواتے ہیں تا کہ بعد میں عدالتوں میں کہہ سکیں کہ یہ تو بالغ نہیں ہے اور اس کو سزا میں کمی ہو جائے اور یا ویسے سزا معاف ہو جائے تو مختلف طریقے اب انہوں نے آزمائے ہیں۔ اوپر سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی شکوہ نہیں اور ہم بالکل کوئی سختی نہیں کر رہے۔ احمدیوں پر کوئی ناجائز ظلم نہیں کر رہے اور دوسری طرف شہادتیں بھی ہو رہی ہیں اور حکومت کے بعض افسران زبردستی مقدمات بھی قائم کر رہے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کرے کہ ان لوگوں کو عقل آئے اور اگر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی پکڑ کرے۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب کے ذریعہ ہوا تھا جنہوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ تیرہ سال کی عمر میں خلافت ثانیہ کے دور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم شہید جو تھے اسلامیہ کالج لاہور سے انہوں نے ایف ایس سی کیا۔ اس کے بعد 2013ء میں ماسکو روس سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی اور آج کل پی ایم سی کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔فضل عمر ہسپتال میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔شہید مرحوم بے شمار خصوصیات کے حامل تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ جماعتی عہدیداران اور مرکزی مہمانان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب بھی ان کو جماعت کی طرف سے کسی کام کے لیے کہا جاتا تو فوری طور پر حاضر ہو جاتے۔ بحیثیت قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق پائی۔متعدد مرتبہ مریضوں کو خود اپنی گاڑی میں ہسپتالوں میں پہنچایا۔ ہمیشہ خدمت میں پیش پیش رہتے تھے اور غیر از جماعت کے ساتھ بھی ان کا یہی تعلق تھا۔ کئی شریف النفس غیر از جماعت احباب تشریف لا کر اس سانحہ پر افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ اس خاندان کو عرصہ دراز سے شدید مخالفانہ حالات کا سامنا تھا۔ 1974ء میں بھی مخالفین نے شہید مرحوم کے دادا جان کی دکان کو جلا دیا تھا۔ ان کے والد طارق محمود صاحب کو 2006ء میں مخالفین نے ظالمانہ طریق سے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ چند دن پہلے ایک معاند احمدیت نے شہید مرحوم کے والد صاحب پر بازار سے گزرتے ہوئے تھوک پھینک دیا تھا، تھوکا۔ اس قسم کی حرکتیں تو یہ لوگ ان کے ساتھ مستقل کر رہے تھے لیکن بہرحال یہ وہاں ڈٹے ہوئے تھے۔

صداقت احمد صاحب مبلغ سینٹ پیٹرس برگ رشیا لکھتے ہیں کہ تعلیمی زندگی کا ایک بڑا حصہ انہوں نے قازان تاتارستان (رشیا) میں گزارا اور کامیاب ڈاکٹر بن کر پاکستان گئے۔ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر طاہر محمود صاحب نے دوران تعلیم جماعت کے ساتھ نہایت اخلاص کا تعلق قائم رکھا۔ نماز جمعہ اور چندوں کی ادائیگی میں بھی ہمیشہ باقاعدہ رہے اور دیگر جماعتی پروگرام میں باوجود اس کے کہ ان کا ہوسٹل مشن ہاؤس سے کافی فاصلے پر تھا باقاعدہ شامل ہوتے اور شوق سے حصہ لیتے اور کہتے ہیں ان کا شمار اپنے گروپ کے میڈیکل کے طلبہ میں ذہین ترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ تدریسی زبان اگرچہ انگریزی تھی لیکن ذاتی محنت اور شوق سے رشین زبان میں بھی کافی رواں ہو گئے تھے۔ قازان میں جس ہوسٹل میں رہتے تھے وہاں سب کو بتایا ہوا تھا کہ وہ احمدی ہیں اور اس وجہ سے مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہاں پاکستانی طلبہ بھی تھے جو جماعت کی شدید مخالفت کرتے تھے لیکن ان کو جب بھی موقع ملتا تبلیغ کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں اب میں پاکستان آیا ہوا تھا، یہاں بھی مجھے ملے اور انہوں نے بتایا کہ مڑھ بلوچاں میں ان کی مخالفت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ربوہ منتقل ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہاں ربوہ میں گھر بھی بنایا ہوا ہے۔

فرید ابراگیموف قازان تاتارستان کے رشین احمدی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے رشین زبان بہت جلد سیکھ لی۔ بہت خوش مزاج اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی مسکراہٹ سے نور چھلکتا تھا۔

مرحوم کے پسماندگان میں والد مکرم طارق محمود صاحب کے علاوہ والدہ محترمہ شمیم اختر صاحبہ اور بھائی قاسم محمود صاحب جرمنی میں ہیں اور ہمشیرہ فائزہ محمود صاحبہ اہلیہ نصیر احمد صاحب جرمنی میں ہیں۔ یہ لوگ ان کے پسماندگان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ زخمیوں کو صحت عطا فرمائے اور شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ان سب زخمیوں کو ہر قسم کی پیچیدگیوں سے بچائے۔ ان کے باقی سب عزیزوں اور رشتے داروں کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔

اگلا جنازہ مکرم جمال الدین محمود صاحب کا ہے جو سیرالیون میں نیشنل جنرل سیکرٹری تھے۔ 3 نومبر کو اچانک دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

مرحوم گذشتہ سولہ سال سے بطور جنرل سیکرٹری خدمات بجا لا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔سعید الرحمٰن صاحب مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ ان کی باقی کئی خوبیوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ساری دنیا کے احمدیوں کو قوم پرستی سے بچا کر ایک خاندان بنانے کے عملی مصداق تھے۔ بہت حکمت اور اخلاص سے کام کرتے تھے۔قریباً دو ہزار افراد نے آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ اس موقع پر دو وزرائے حکومت، چیف آف آرمی سٹاف سیرالیون، متعدد ممبرانِ پارلیمنٹ، پیراماؤنٹ چیفس سمیت بیسیوں اعلیٰ افسرانِ حکومت موجود تھے۔

مبارک طاہر صاحب سیکرٹری نصرت جہاں لکھتے ہیں کہ مرحوم بہت مخلص فدائی اور دل وجان سے جماعت کی خدمت کرنے والے تھے۔ ایک عرصے سے بطور جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نیز احمدیہ پرنٹنگ پریس سیرالیون کے نائب مینیجر بھی تھے۔مرحوم کا تعلق گھانا سے تھا۔ ان کے والد مکرم ابراہیم کو جو محمود صاحب کو حضرت مولانا نذیر احمد مبشر صاحب نے تعلیم کے میدان میں خدمت کے لیے سیرالیون بھجوایا تھا۔مبارک طاہر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ تیرہ سال تک جمال صاحب میرے پاس روکوپور میں رہے۔ ان کے والد نے ان کو تعلیم کے لیے ان کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔موصوف آغاز سے ہی دیندار تھے۔ نماز باجماعت اور دیگر جماعتی خدمات میں پیش پیش رہتے تھے۔ روکوپور کے خدام کے ساتھ مل کر تبلیغ اور اشاعت دین کا کام کرتے رہے۔

عثمان طالع صاحب انچارج رقیم پریس سیرالیون کہتے ہیں کہ جمال الدین محمود صاحب خاکسار سے پہلے وہاں انچارج تھے، لمبے عرصے سے خدمت کر رہے تھے۔ خاکسار نے ان کے ساتھ بارہ سال کا وقت گزارا ہے۔ اس دوران کبھی بھی انہوں نے یہ اظہار نہیں کیا کہ خاکسار ان سے چھوٹا ہے اور ناتجربہ کار ہے بلکہ ہمیشہ احترام سے پیش آتے اور کہتے کہ آپ مبلغ ہیں اور آپ کا تقرر خلیفۃ المسیح نے کیا ہے۔ اور کبھی بھی کسی معاملے میں ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے خاکسار کی اطاعت نہ کی ہو۔ اطاعت اور عاجزی اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ کبھی ان کو کوئی کام کہہ دیا جاتا تو فوراً اُس کو شروع کر دیتے اور ہر ممکنہ طریق پر کوشش کر کے اسے مکمل کرتے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار نے اس عرصہ میں ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ روزانہ بلاناغہ نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کی بہت پابندی کرتے تھے۔ نماز بھی ایسی ہوتی کہ اس کی خوبصورتی قابل رشک تھی۔ ہمیشہ نہایت خشوع وخضوع اور تسلی سے نماز ادا کرتے تھے۔ خلافت سے بہت عشق تھا اور ہر خطبہ جمعہ نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ کر سنتے تھے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ سیرالیون کے کلچر کے مطابق جمال صاحب نے کئی بچوں کو اپنے گھر میں رکھا۔ اپنے خرچ پر تعلیم دلوائی اور ان میں سے کئی اس وقت اچھی ملازمت کر رہے ہیں اور نہایت ادب اور پیار سے ان کو یاد کرتے ہیں۔

نوید قمر صاحب مربی لکھتے ہیں کہ جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اپنے والدین اور خاندان کے دیگر بزرگوں کے نام سے تحریک جدید اور وقف جدید کی مدات میں اضافی قربانی کرتے۔ جب کبھی اپنے آبائی گاؤں روکوپور آتے تو باوجود مصروفیت کے بروقت مسجد پہنچتے۔عموماً مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں لوگوں کو جماعتی تعلیمات کا بتاتے اور خصوصاً خلافت احمدیہ کی اہمیت اور برکات اور اس سے وابستگی کا مضمون بڑے احسن انداز میں سمجھاتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ تمام لوگوں سے ان کا پیار و محبت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کی خبر پہ کیا احمدی اور کیا غیر احمدی ہر آنکھ اشکبار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے جنازے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہوئی اور گرد و نواح کے علاوہ طویل سفر کر کے بھی لوگ شامل ہوئے۔

مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے علیحدگی ہو گئی لیکن اولاد انہی سے تھی جس سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی کی تو شادی ہو گئی ہے۔ آسٹریلیا میں ہیں۔ باقی دو بچے گھانا میں اور ایک سیرالیون میں پڑھ رہے ہیں۔ دوسری بیوی سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری صلاح الدین صاحب مرحوم سابق ناظم جائیداد اور مشیر قانونی ربوہ کا ہے جو 19/اکتوبر کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے میاں چوہدری صلاح الدین صاحب جو تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری عبداللہ خان صاحبؓ اور حضرت حمنہ بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ ان کے دادا اور دادی دونوں صحابی تھے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے بیٹے نعیم الدین صاحب اپنی والدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جن باتوں نے میری زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑے ان میں سے ایک والدہ صاحبہ کا ہماری نمازوں کا دھیان رکھنا تھا۔ یہ ان کا سب سے قوی طرز عمل تھا۔ اور بڑی سختی سے پابندی کرواتی تھیں۔ یہ طرز عمل بڑا مضبوط تھا۔ ہمارا گھر عملاً ہوسٹل کا رنگ رکھتا تھا۔ کثرت سے ہمارے عزیز تعلیم کی غرض سے ہمارے گھر مقیم ہوا کرتے تھے اور ان کا قیام کئی کئی سال تک محیط رہا۔ والدہ مرحومہ ہر فرد سے متعلق اس امر کی خاص توجہ رکھتیں کہ تمام عزیزان نماز کی ہر صورت میں پابندی کریں۔ تمام بچوں کو خود قرآن پڑھاتیں۔ بڑے بچوں کے لیے استاد کا تقرر بھی کرتی رہیں۔ دوسرا وصف جس نے میری ذات پر گہرا نقش چھوڑا وہ آپ کا گھر میں مقیم افراد کے لیے ہر ممکن آرام اور سکھ کا سامان بہم پہنچانے کے لیے کوشاں رہنا تھا۔ اگر کسی روز ملازمہ چھٹی کر لیتی تو آپ سب بچوں کے، اپنے بچوں کے بھی دوسروں کے بھی، کپڑے دھونے میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتیں۔ ہمارے ننھیال اور ددھیال کے افراد کا کثرت سے ربوہ آنا جانا لگا رہتا۔ والد صاحب مرحوم اکثر جماعتی ذمہ داریوں کے سبب ربوہ میں موجود نہ ہوتے۔ والدہ صاحبہ سب مہمانوں کی خاطر تواضع کرتیں۔ کوئی دقیقہ نہ چھوڑتیں اور مَیں بڑا بیٹا تھا اس لیے میری نگرانی کرتیں کہ مہمانوں کی صحیح طرح مہمان داری کروں اور کوئی کوتاہی نہ ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ ہماری پڑدادی، دادی اور نانی اکثر و بیشتر لمبا عرصہ ہمارے ہاں مقیم ہوا کرتی تھیں اور ہم خدا کے فضل سے چھ بہن بھائی تھے اور کثیر تعداد میں خاندان کے بچے بھی ہمارے ہاں تعلیم کی غرض سے مقیم ہوا کرتے تھے مگر ان تمام حالات کے باوجود آپ ان ہر سہ بزرگوں کی خدمت سالہا سال تک نہایت احسن رنگ میں بجالاتی رہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بلا مبالغہ اسّی نوّے مہمان ہو جاتے تھے۔ ان کے قیام و طعام کے لیے گھر پر ٹینٹ لگا کرتے تھے۔ بستروں کے لیے گاؤں سے انتظام ہوا کرتا تھا۔ سب انتظامات والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں مل کر نہایت محبت اور خوش دلی سے کھلے دل سے کیا کرتے تھے اور ہر عزیز نے بلا استثنا آپ کی محبت اور مہمان نوازی کا اظہار کیا ہے۔

ان کے ایک بھانجے نے لکھا کہ میں ان کے گھر میں تعلیم حاصل کرتا رہا اور یہ کبھی نہیں ہوا کہ صبح کی روٹی ہمیں شام کو دی ہو یا شام کی صبح کھلائی ہو بلکہ ناشتہ کے وقت تازہ پراٹھے اور تازہ دہی ہمیشہ دیا کرتی تھیں۔ غیروں کے بچوں کا، مطلب اپنے رشتے دار بچے جو تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کا بھی اتنا خیال رکھتی تھیں حالانکہ اپنی اولاد بھی کافی تھی۔ خلفائے سلسلہ سے محبت اور اطاعت کا مثالی تعلق تھا اور پھر کہتے ہیں ان محترم و معظم ہستیوں نے ہماری رگ رگ میں بھی ایسے ہی جذبات، احساساتِ محبت داخل کیے۔

ان کی بہو نبیلہ نعیم صاحبہ ہیں کہتی ہیں مرحومہ بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ نمازوں کی پابند تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی۔ نماز تہجد ادا کرنے والی۔ بڑی صابرہ اور شاکرہ وجود تھیں۔ مشکل وقت میں بھی کبھی کوئی شکوہ نہیں کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر ہمیشہ خوش رہنے والی تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ کسی کو دکھ تکلیف میں نہ دیکھ سکتی تھیں۔ ہمیشہ ان کی مدد کے لیے تیار رہتی تھیں۔ مرحومہ خلافت کی اطاعت میں اور وفا میں پیش پیش رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو اور ان کی نسل کو بھی ان خوبیوں کا حامل بنائے۔ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

اگلا جنازہ ہے مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ والدہ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کا جو 6/نومبر کو 97 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی بلکہ صحابہ کی اولاد تھیں۔ حضرت منشی فیاض علی کپورتھلوی صاحب کی نواسی تھیں اور حضرت شیخ عبدالرشید صاحب کی پوتی تھیں۔ دونوں صحابی تھے۔ بچپن میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ مرحومہ یادداشت کی کمی کے باوجود آخری وقت تک نماز پڑھنا کبھی نہیں بھولیں۔ خطبہ جمعہ بھی ایم ٹی اے پر باقاعدگی سے سنتی تھیں۔ ایک نیک باوفا بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب کی جیسا کہ میں نے کہا ان کی والدہ تھیں۔ اور گزشتہ دنوں قریشی صاحب کا بھی اور ان کی اہلیہ شوکت گوہر صاحبہ کا بھی انتقال ہوا، ان دونوں نے بھی جب تک یہ زندہ رہے ڈاکٹر صاحب بھی اور ان کی اہلیہ بھی، ان کی بڑی خدمت کی ہے۔ بہرحال ان کی زندگی میں ہی وہ دونوں فوت ہو گئے۔

ان کی پوتی عصمت مرزا لکھتی ہیں میری دادی حقیقی مومنہ، احمدیت اور خلافت کی شیدائی خاتون تھیں۔ میں نے ان سے زیادہ عبادت گزار اور قرآن سے عقیدت اور محبت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ خاموش طبع اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔

جمعہ کے بعد ان سب کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔ ان شاء اللہ

☆...☆...☆

آج کی دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ، وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ وَافۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِکَ۔

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث فاطمہ بنت رسول ﷺ حدیث نمبر: ۲۶۴۱۷)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے رسول پر سلامتی ہو۔ اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔

یہ پیارے رسولِ اکرم حضرت محمد ﷺ کی مسجد میں داخل ہونے کی دعا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں داخل ہونے لگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لئے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

(مرسلہ: مریم رحمٰن)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

پس آنحضرت ﷺ کی پیروی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کی اس بات کی بھی پیروی کی جائے کہ چودھویں صدی میں جس مسیح و مہدی کا ظہور ہونا ہے اس کو بھی مانا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ جیسے مسلمانوں کا آج کل یہی شیوہ ہے کہ جو مرضی کی باتیں ہوں وہ مان لیں اور کچھ نہ مانی۔ تو فرمایا کہ یہ تو گھٹیا اور گندی زندگی کو پسند کرنے والی باتیں ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ سے کس طرح محبت کرو۔ ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک مَیں اسے اپنے والد اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان)

تو یہ معیار بتایا ہے دنیاوی رشتوں کی مثال دے کر کہ صرف پیروی کا دعویٰ ہی نہیں کرنا بلکہ یہ جو دنیاوی رشتے ہیں، والدین اور بچے، ان سب سے زیادہ مَیں تمہارا پیارا بنوں۔ مجھے تم سب سے زیادہ پیار کرنے والے بنو۔ صحابہ نے جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے جوان بھی تھے انہوں نے اسی طرح قربانیاں دی ہیں اور اسی طرح پیار کیا ہے۔ بچوں نے اپنے والدین کو چھوڑنا گوارا کر لیا مگر آپ کا در نہ چھوڑا۔ پس آج ہمیں بھی وہی مثالیں قائم کرنی ہیں، انشاء اللہ۔ جس طرح آپؐ نے فرمایا، جو اسلام کی تعلیم ہے، اس کو ماننا ہے، اس پر عمل کرنا ہے اور دنیا کو کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ آپؐ کے لئے جو غیرت اور محبت اور عشق ہمارے دلوں میں ہونا چاہئے اس کے مقابلے میں ہر دوسری چیز اور ہر دوسرا رشتہ اور ہر قسم کی غیرت جو بھی ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 10/ دسمبر 2004ء)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

دعاؤں کی تازہ تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11دسمبر 2020ء کو خطبہ جمعہ کے آخر میں احباب جماعت کو دعاؤں کی طرف درج ذیل الفاظ میں متوجہ فرمایا:

آج بھی میں دعا کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ گذشتہ جمعہ الجزائر کے بارے میں ذکر نہیں ہوا تھا وہاں بھی احمدیوں پر کافی سخت حالات ہیں اور بعض کو اسیر بھی بنایا گیا ہے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے بھی حالات میں آسانی پیدا کرے اور اسیروں کی جلد رہائی کے سامان ہوں اور وہاں بھی سختی کے حالات ہیں حکومت کو بھی عقل دے کہ وہ انصاف سے کام لیتے ہوئے احمدیوں کے حق ادا کرنے والی ہو۔ اسی طرح پاکستان کے حالات بھی جو ہیں وہ سختی کی طرف ہیں بعض انفرادی طور پر میں نے کہا تھا افسران ایسے ہیں ان کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اگر ان مولویوں اور افسران کو عقل نہیں دینا چاہتا یا ان کو عقل نہیں آئے گی یا ان کا مقدر ہی یہی ہے کہ وہ اسی طرح کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں تو پھر اللہ تعالیٰ جلد ان کی پکڑ کے سامان پیدا فرمائے اور احمدیوں کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ (آمین)

اعلانِ ولادت

مکرم عمیر عاصم صاحب آف آسٹریلیا ابن مکرم عاصم محمود صاحب اعلان بھجواتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے خاص فضل سے مورخہ یکم دسمبر 2020ء کو پہلے بچے عیان عمیر سے نوازا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اور قارئین روزنامہ الفضل لندن سے نومولود کے لیے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ عیان عمیر کو صحت تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے، نیک، صالح، اور خادم دین وجود بنائے اور دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم طاہر مہدی امتیاز صاحب اعلان بھجواتے ہیں کہ:

مکرم ملک نادر خاں آف کھوکھر غربی سخت بیمار ہیں۔ صاحب فراش ہیں۔ کمزوری بھی ہے۔ احباب جماعت سے ان کی کامل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اعلانِ ولادت

مکرمہ سلمہ رضوان سڈنی آسٹریلیا سے اعلان بھجواتی ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مورخہ 04 دسمبر 2020ء ایک بیٹے عزیزم میکائیل احمد ولد رضوان حبیب سے نوازا ہے۔ قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور اِسلام احمدیت کی بھرپور خدمت کرنے والا بنائے۔ آمین

درخواست دعا

اخبار روزنامہ الفضل لندن آن لائن کو مختلف جہت سے قارئین کی طرف سے دُعاؤں کی درخواستیں ملتی رہتی ہیں جو گاہے بگاہے شائع کر دی جاتی ہیں تا ایسے دوست یا خواتین جو بیمار ہیں وہ دنیا بھر کے احمدیوں کی دُعاؤں کے طفیل صحت پائیں۔ جو پریشان ہیں، مشکلات میں ہیں ان کی پریشانیاں اور مشکلات دور ہوں۔ جن کی اولاد نہیں یا اولاد نرینہ کی درخواست کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی گودیں نیک، صالح، صحت مند اولاد سے ہری کرے۔ جو امتحانات دے رہے ہیں وہ نمایاں کامیابی پائیں۔ آمین

قارئین روزنامہ الفضل لندن آن لائن شہداء احمدیت کے پسماندگان کو اور اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسیران کے لئے آسانیاں مہیاء فرمائے اور اسلام احمدیت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کو کامل صحت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ اپنی حفاظت خاص میں رکھے اور روح القدس سے اپنی تائیدات سے نوازتا رہے اور ہم تمام احباب جماعت کو خلافت کی برکات و فیوض سے حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

(ادارہ)

تاثرات

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بخیریت ہوں۔

الفضل آن لائن کی (میرے ساتھ جڑی) پہلی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ الحمد للہ بہت ہی پیارا اخبار ہے، پرتنوع مضامین اور اداریوں کے ساتھ۔ روزانہ کا اخبار اپنا جواب آپ ہوتا ہے۔ الحمد للہ تمام سلسلے بے مثال ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو انسان پڑھنا چاہ رہا ہوتا ہے، وہ اس میں نظر آجاتا ہے۔ (سمجھ نہیں آتی کہ میرے دل کو دیکھ کر کوئی یہ اخبار لکھتا ہے)، بہر حال ہو سکتا ہے کہ سب پڑھنے والوں کا یہی خیال ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب ٹیم کو بہترین جزائے خیر سے نوازے۔ دعاؤں میں ہم سب اہل خانہ کو بھی ضرور یاد رکھا کریں۔

والسلام

خاکسار

مبارکہ شاہین

ڈارمشٹڈ، جرمنی

تاثرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ کل 13 دسمبر کو الفضل آن لائن کو ایک سال پورا ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور تمام جملہ ممبران کو بھی خاکسار تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

خاکسار روزانہ صبح تلاوت کرنے کے بعد اس کا مطالعہ کرتا ہے اور اس وجہ سے اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مظفر احمد

21دسمبر2020ء		طلوعِ فجر	غروبِ آفتاب
مکہ مکرمہ		05:32	17:44
مدینہ منورہ	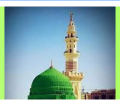	05:38	17:39
قادیان		05:57	17:29
ربوہ		05:37	17:09
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:35	15:58